روشن چراغ پایا۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیرے رہتے ہیں، سکینہ و رحمت کا ان پر نزول ہوتا اور آسمان کے دروازے ان کے لئے کھلے رہتے۔ ان کے لئے نہایت عالیشان رہائش گاہیں تیار کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقام اور مرتبے پر مطلع تھا۔ ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کرلیا اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی۔ (نهج البلاغة ۲۳۷)

ایک اور موقع پر فرمایا: ''حتی بواهم محلتهم و بلغهم منجاتهم......'' تا آنکہ ان (صحابہ ﷺ) کو منزل مقصود تک پہنچایا اور نجات کے مقام تک لا چھوڑا۔ ان کی لاٹھی سیدھی ہوگئی اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹک گئی۔ واللہ میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا۔'' (نهج البلاغة ۱/۷۷) (جاری هے)

اگر تنقید کا سامنا ہو

اجتماعی زندگی میں اکثر اپنے کہے یا کیے ہوئے پر تنقید یا جواب طلبی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تنقید و احتساب کی حیثیت اجتماعی زندگی میں وہی ہے جو آنکھ اور آئینے کی ہے۔ اگر آنکھ بند کر دی جائے اور آئینہ میسر نہ ہو تو انسان کو اپنا حال براہ راست جاننے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ تنقید کا صحیح فائدہ اس وقت ہوگا جب اس کے بارے میں مثبت رویہ اپنایا جائے۔ مثبت رویہ ان خصوصیات پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔ **خیر مقدم کیا جائے:** سنتے ہی ناگواری یا تلخی کا اظہار کرنے کے بجائے خوش دلی کے ساتھ اظہارِ رائے کا موقع دیا جائے۔

۲۔ **دفاع سے گریز کیا جائے:** تنقید کا جواب دفاعی انداز میں نہ دیا جائے، یا فوری دفاع کا نہ سوچا جائے بلکہ بات کو سمجھا جائے اور جذبات کو الگ رکھا جائے۔

۳۔ **خیر خواہی اپنائی جائے:** مخاطب کے بارے میں مثبت اظہار ہو۔ اس کی تنقید کو خیر خواہی پر محمول کیا جائے اور بدگمانی سے گریزاں ہو۔ حق بات کڑوی ہوتی ہے۔ یہ ابتداء میں طبع نازک پر گراں بھی گزرتی ہے، مگر یہ ہمیشہ حق ہوتی ہے۔ اسے مان لی جائے، اور انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔

۴۔ **جو بات صحیح ہو مان لیا جائے۔**

۵۔ **مبہم کی وضاحت طلب کی جائے۔**

۶۔ **غلطی کی تردید کی جائے۔**

۷۔ **اپنا موقف واضح طور پر پیش کیا جائے۔**

۸۔ طوالت سے گریز کرتے ہوئے **اصل مدّعا بیان کیا جائے** اور طوالانی تمہید کے ذریعے وقت ضائع نہ کیا جائے۔

(بشکریہ: ترجمان القرآن، دسمبر 2004)

سوانح فقہائے امت قسط:1

حضرت امام ابو حنیفہ رحمة الله عليه

عبدالوہاب خان

نام ونسب: امام صاحبؒ کی کنیت ابو حنیفہؒ اور نام نعمانؒ بن ثابتؒ ہے۔آپؒ 80 ہجری میں عراق کے مشہور شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔آپؒ عقل و دانش، فہم وفراست، بصیرت کاملہ اور تقویٰ شعاری کے اعتبار سے وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کی ذاتِ گرامی پر ملت اسلامیہ کو ناز ہے۔

آپؒ کے پوتے عمر بن حمادؒ نے کہا ہے کہ دادا کا نام زوطی بن ماہ تھا، وہ کابلی اور فارسی الاصل تھا۔ جب مجاہدین نے اس علاقے کو فتح کیا تو ثابتؒ بن زوطی قید ہو کر بنی تیم کا غلام بنا، پھر آزاد ہو کر مولی بنی تیم کہلایا۔ دوسرے پوتے اسماعیل بن حمادؒ کے بیان کے مطابق دادا کا نام نعمان بن مرزبان تھا اور یہ خاندان کبھی غلامی سے دوچار نہیں ہوا ہے۔

الخیرات الحسان میں دادا کے مختلف ناموں کے بارے میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ ان کے دو نام تھے: زوطی اور نعمان۔ اس تطبیق کی روشنی میں راقم الحروف کا اندازہ یہ ہے کہ ان کا اصل فارسی نام ''زوطی'' تھا اور حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اسلام کی نعمت پانے کے بعد عربی نام ''نعمان'' رکھ لیا۔ والله اعلم

غلامی کے اثبات اور نفی سے متعلق ابوزہرہ نے یہ تطبیق دی ہے کہ زوطی یا نعمان آغازِ فتوحات میں قید ہو کر جلد ہی آزاد ہو گئے۔ [حیاتِ امام ابوحنیفہؒ ص:۴۷ (اردو)] ابوزہرہ کہتے ہیں: ''بسا اوقات حرمان نصیبی بھی فضائل اور شرف وسیادت کے حصول کا سبب بن جاتی ہے۔عربوں نے مادی غلبہ حاصل کر لیا تو موالی اپنے ذوق ومحنت کے بل بوتے پر وارثِ فکر ونظر قرار پائے۔'' [ص:۵۴]

آپؒ کے دادا نے حضرت علیؓ کو نوروز کے دن فالودہ پیش کیا تو آپؓ نے فرمایا: ''نوروزنا کلّ یوم ''یعنی ہمارے دین میں نوروز اور دیگر ایام میں کوئی فرق نہیں۔ آپؒ کے زمانہ اسلام میں آپ کا فرزند ثابتؒ پیدا ہوا، اور ثابتؒ بھی حضرت علیؓ سے ملے اور آپؓ نے ان کے اور ان کے اہل وعیال کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔

تعلیم وتربیت:

متدین گھرانوں کی طرح غالباً آپؒ نے بھی بچپن میں قرآن پاک حفظ کرلیا، کیونکہ آپ کو زندگی بھر کثرتِ تلاوت سے

شغف رہا ہے۔قراءت آپ نے امام حفصؒ کے استاد امام عاصم بن بہدلہؒ سے سیکھی، جن کا شمار قراءِ سبعہ میں ہوتا ہے۔آپؒ نے ہوش سنبھالا تو کوفہ میں مختلف ادیان ونظریات کی معرکہ آرائی دیکھی۔آپؒ نے فنِ مناظرہ سیکھ کر اہل بدعت کے خلاف اپنا کردار ادا فرمایا۔آپؒ ایک انتہائی دیانت دار تاجر تھے۔امام عامر بن شراحیل الشعبیؒ نے آپؒ کی ذہانت وفطانت کو بھانپ کر حصول علم کی ترغیب دی، اس پر آپؒ نے تجارت کی طرف توجہ کم کر کے اہل علم کی طرف رجوع کر لیا۔قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ آپؒ نے علم کلام، ادب ونحو، شعر وشاعری، تجوید وقراءات اور علم حدیث سب کے انجام پر غور کرنے کے بعد علم فقہ کو اختیار کیا۔امام ذہبیؒ نے آپؒ کی سیرت کی روشنی میں اس روایت کی تردید کی ہے۔[دیکھیے :سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۲ط: دارالفکر] یحییٰ بن شیبانؒ اور زفر بن ہذیلؒ کہتے ہیں کہ آپؒ فلسفہ ومنطق کے ماہر تھے، بعد میں اسے اسلافِ کرامؒ کے منہج علمی سے مختلف پا کر ترک کر دیا اور فقہی مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اساتذہ کرام:

۲۲ برس کی عمر میں کوفہ کے مشہور فقیہ حماد بن ابی سلیمانؒ کے پاس زانوئے تلمذ تہ کیا اور تادیر ان کے حلقۂ درس سے وابستہ رہے۔حتیٰ کہ ۱۲۰ھ میں ان کی وفات کے بعد مسجد کوفہ میں ان کی مسندِ درس کو رونق بخشی۔آپؒ کے دیگر اساتذہ میں درج ذیل اہل علم وعمل شامل ہیں: (۱) عامر بن شراحیل الشعبیؒ، (۲) عطاء بن ابی رباحؒ، (۳) عکرمہ ابوعبداللہ البربریؒ، (۴) نافع مولیٰ ابن عمرؒ، (۵) زیدؒ بن علیؒ بن الحسینؒ (۱۲۲ھ)، (۶) محمد باقرؒ بن علی زین العابدینؒ (۷) جعفر الصادقؒ بن محمد باقرؒ (۸۰۔۱۴۸)، (۸) ابو محمد عبداللہؒ بن حسنؒ (۷۰۔۱۴۵) اور (۹) جابر بن یزید الجعفی (ان سے صرف عقلی علوم لیے، دینی نظریات میں آپؒ فرمایا کرتے تھے: (ما رأیت أکذب من جابر الجعفی)[میزان الاعتدال]

آپؒ ایک دیانت دار اور ماہر تاجر ہونے کے ناتے نہایت دولت مند تھے۔سال بھر کے نفع سے اہلِ علم کی ضروریات پوری فرماتے اور کہتے تھے کہ "صرف اللہ کا شکر ادا کریں۔" تجارتی معاملات میں ذرا سا شبہ ہوتا تو پوری رقم صدقہ فرما دیتے تھے۔

معاصرین کا اعتراف فضل:

آپؒ کے معاصرین میں سے مشہور عابد زاہد بزرگ فضیل بن عیاضؒ، جعفر بن ربیعؒ، ملیح بن وکیعؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، عبدالعزیز بن جریجؒ، سلیمان الأعمشؒ اور امام مالکؒ بن انس وغیرہ نے شاندار الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

سیاسی نظریہ:

آپؒ کی مبارک زندگی کے ۵۲ برس اموی اور ۱۸ برس عباسی دور حکومت میں گزرے۔جب علویوں نے پہلے بنی امیہ

پھر بنی عباس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تو آپؒ کا میلان بھی ان کی طرف تھا۔ ابوزہرہ وغیرہ نے اس میلان کی وجہ میں آپؒ کے فارسی الاصل ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ توجیہ قابل قبول نہیں۔ اس میلان کی وجہ صرف یہی تمنا ہو سکتی ہے کہ زمامِ اقتدار بھی آپؒ کے ہم پلہ اہل تقویٰ، علمائے دین اور عاملینِ سنت کے ہاتھ میں آجائے۔ بالکل اسی وجہ سے امام مالکؒ بھی علویوں کے ہم نوا تھے۔ واللہ اعلم

121ھ میں زید بن علیؒ کو ہشام بن عبدالملک کے خلاف بغاوت کے موقع پر 10,000 درہم بھیجتے ہوئے امام صاحب نے یہ خط لکھا: ''اگر میں جانتا کہ اہل کوفہ راست باز ہیں اور وقت آنے پر آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے تو میں ضرور آپ کی پیروی کرتا اور مخالفوں سے جہاد کرتا۔'' (حیات امام ابو حنیفة، ص: ۲۹۵) آپؒ سابقہ تاریخی حقائق کی روشنی میں ابن سبا سے متاثر انتہا پسندوں کو دغاباز، مکار اور بے وفا سمجھتے تھے۔ آپؒ کو سادات اور علویوں سے خوب محبت و ہمدردی تھی، ظالم حکمرانوں کا تختہ الٹ کر خلافت راشدہ کے احیاء کے متمنی تھے، مگر آپؒ ان منافقین کے کندھوں سے اپنا کندھا کیسے ملا سکتے تھے جن کے پیشرو اپنا ہاتھ حضرت علیؓ اور حسینؓ وغیرہ کے خون سے رنگین کر چکے تھے۔ امام صاحبؒ کی فراست مؤمنانہ نے جس خطرے کی نشاندہی کی تھی، وہ بالکل درست ثابت ہوئی۔ محبت اہل بیت کے جھوٹے دعویداروں نے ہر داعی حق کو عین میدان کارزار میں دھوکا دیا۔ چنانچہ ۱۲۱ھ میں زیدؒ بن علیؒ بن الحسینؒ نے بغاوت کی اور ۱۲۲ھ میں قتل ہوئے۔ ۱۲۵ھ میں ان کے بیٹے یحییٰؒ خراسان میں قتل ہوئے، پھر ۱۳۰ھ میں ان کے بیٹے عبداللہؒ یمن میں امویوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے اور ان لاشوں پر عباسیوں نے سیاست کھیل کر حکومت حاصل کر لی۔

سرکاری مناصب سے انکار:

۱۳۰ھ میں اموی حکمران مروان بن محمد کے عراقی گورنر یزید بن عمر بن هبیرة نے فقہائے عراق کو اہم مناصب پیش کیے۔ ابن ابی لیلی (ت: ۱۴۸ھ)، عبداللہ بن شبرمة (۱۴۴ھ) اور داؤد بن ابی هند (۱۴۰ھ) نے عہدے قبول کر کے بچاؤ کی صورت نکالی۔ مگر امام صاحبؒ نہایت وجیہ اور دلیر تھے، صریح انکار کیا۔ ابن هبیرة نے قضا سے انکار پر خاتم (سرکاری مہر) کا عہدہ پیش کیا۔ ٹھکرانے پر اس نے قید کروا لیا اور کوڑے مارتا رہا۔ یہ ثابت قدمی دیکھ کر جلاد نے عرض کی: آپ کوئی بے ضرر سا عہدہ قبول کر لیجیے۔ فرمایا: ''اگر وہ مجھے مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں اس کے لیے بھی تیار نہیں۔'' ابن هبیرة کا دل پسیجا اور جلاد سے کہا: یہ مجھ سے مہلت ہی مانگ لیں تو میں تیار ہوں۔ آپؒ نے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کا بتا کر رہائی پائی اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، جہاں کئی سال تک علمی شاغل اور بحث و مذاکرہ میں مشغول رہے۔